© rasailojaraid.com

تفسیر السراج المنیر

مولانا نورالرحمٰن ہزاروی

ناظمِ تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم، کراچی

"وہ کتابیں اپنے آباء کی....." کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ خطیب شربینیؒ کی "تفسیر السراج المنیر" کے بارے میں سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

خطیب شربینیؒ اور آیات کریمہ کے درمیان ربط ومناسبت: یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ قرآن کریم کی آیات کے درمیان ربط ومناسبت جانے بغیر اس کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ ظاہر ہے جب تک کوئی کلام باہم مربوط نہیں ہوتا اس کا معنی خیز ہونا کیونکر ممکن ہوگا؟ خطیب شربینیؒ بھی اس حقیقت سے خوب واقف تھے، چنانچہ انہوں نے آیات کے درمیان ربط ومناسبت کا انہوں نے بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔

بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: سورۃ ہود کی آیت کریمہ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات وأخبتوا إلى ربهم أولئك أصحاب الجنة هم خالدون﴾ کا اس سے پہلے والی آیت کریمہ کے ساتھ ربط بیان کرتے ہوئے فرمایا: ولما ذكر تعالى عقوبة الكفار وخسرانهم، أتبعه بذكر أحوال المؤمنين في الدنيا وربحهم في الآخرة بقوله تعالى: ﴿إن الذين آمنوا......﴾، یعنی "سابقہ آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ جب کفار کی سزا اور ان کی ناکامی وخسارے کو بیان کر چکے تو اس کے بعد اب دنیا میں مومنین کے احوال اور آخرت میں ان کی کامیابی کا تذکرہ فرما رہے ہیں"۔

اس کے بعد اسی آیت کا آئندہ کی آیات سے ربط بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ولما ذكر سبحانه و تعالىٰ أحوال الكفار و ماكانوا عليه من البصيرة وسماع الحق والا نقياد للطاعة ذكر فيهما مثالاً مطابقا بقوله تعالىٰ: ﴿مثلا الفريقين كالأعمى والأصم والبصير والسميع هل يستويان مثلاً أفلا تذكرون﴾ یعنی" اللہ تعالیٰ جب کفار کے احوال، جادہ حق سے ان کا آنکھیں بند کرنا اور حق بات سننے سے انکار کرنا اور اسی طرح مومنین کے احوال، ان کا حق بات غور سے سننا اور اس میں غور فکر کرنا اور اس کی پیروی کرنا...... غرض دونوں فریقوں کے احوال بیان کر چکے تو اب مزید وضاحت کے لئے احوال کے بالکل مطابق ایک مثال اس آیت میں بیان فرما رہے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿مثل الفريقين كالأعمى والأصم والبصير والسميع هل يستويان مثلا أفلاتذكرون﴾۔(السراج المنير: صفحہ ۷۶،۷۷ جلد ۳)

خطیب شربینیؒ اور تفسیری نکات ومشکلات القرآن: خطیب شربینیؒ نے اپنی اس تفسیر میں ایک اہم امر کا خوب خوب اہتمام کیا ہے۔ اور وہ ہے جا بجا تفسیری نکات کا بیان اور مشکل و پیچیدہ آیات کا حل۔ اس غرض کے لئے وہ علامہ زمخشری کی تقلید کرتے ہوئے سوال جواب کا اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ نیز کبھی کبھار ''تنبیه'' کے عنوان سے بھی وہ یہ امور بیان کرتے ہیں۔ ان دو امور کے علاوہ ''إن قيل...... قلت'' اور ''تنبيه'' کے عنوان کے تحت وہ آیت سے متعلق کوئی ترکیبی اشکال ہو یا معنوی اشکال ہو یا اور کوئی فائدہ ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں۔ بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ ابراہیم کی آیت کریمہ: ﴿وإذ قال موسى لقومه اذكروا نعمة الله عليكم إذ أنجاكم من آل فرعون يسومونكم سوء العذاب ويذبحون أبنائكم......﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے فرمایا: ''فإن قيل: لم ذكر تعالى في سورة البقرة ﴿يذبحون﴾ بغير واو، وذكره هنا مع الواو؟ أجيب: بأنها إنما حذفت في سورة البقرة؛ لأنها تفسير لقوله تعالى: ﴿يسومونكم سوء العذاب﴾، وفي التفسير لا يحسن ذكر الواو، وهنا أدخل الواو فيه، لأنه نوع آخر؛ لأنهم كانوا يعذبونهم بأنواع من العذاب غير التذبيح، فليس تفسيرٌ العذاب''۔ یعنی ''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿يذبحون﴾ کو بغیر واؤ کے ذکر فرمایا، جب کہ یہاں واؤ کے ساتھ ذکر فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں حذف واؤ کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ﴿يذبحون﴾، ﴿يسومونكم سوء العذاب﴾ کی تفسیر ہے اور تفسیر میں واؤ کا ذکر کرنا اچھا نہیں، جب کہ یہاں واؤ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہاں ﴿يذبحون﴾ تفسیر نہیں ہے، بلکہ یہ عذاب کی ایک اور قسم کا بیان ہے کیونکہ فرعون بنی اسرائیل کو مختلف طریقوں سے عذاب دیا کرتا تھا، جن میں سے ایک ان کو ذبح کرنا تھا''۔ (السراج المنير: ۲۴۸/۳)

سورۃ الرعد کی آیت کریمہ: ﴿ولو أن قرآنا سيّرت به الجبال أو قطّعت به الأرض أو كلّم به الموتى......﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے فرمایا: ''فإن قيل: لم حذفت التاء في قوله تعالى: ﴿وكلّم به الموتى﴾، وثبتت في الفعلين قبله؟ أجيب: بأنه من باب التغليب؛ لأن الموتى يشمل المذكر والمؤنث''۔ یعنی ''اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا وجہ ہے کہ ﴿وكلم به الموتى﴾ میں فعل کے ساتھ تاء تانیث نہیں ذکر کی گئی اور اس سے پہلے مذکور دونوں فعلوں (سيرت اور قطعت) کے ساتھ ذکر کی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''موتى'' مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے، تو مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیتے ہوئے ''كلّم'' کے ساتھ تاء تانیث نہیں ذکر کی گئی، گویا یہ از قبیل ''تغلیب'' ہے''۔ (السراج المنير: ۲۳۳/۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطیب شربینیؒ اور اسرائیلیات: "اسرائیلیات" کے لفظ سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ اس سے مراد محض وہ یہودی تہذیب وثقافت ہے جو قرآن کریم کی تفسیر پر اثر انداز ہوئی، مگر صحیح بات یہ ہے کہ "اسرائیلیات" کے مفہوم میں اس قدر تنگی نہیں ہے، بلکہ اس کے مفہوم میں وسعت پائی جاتی ہے۔ اور "اسرائیلیات" سے مراد وہ یہودی ونصرانی تہذیب وثقافت ہے جس نے قرآن کریم کی تفسیر کو متاثر کیا۔ البتہ اس کو "اسرائیلیات" کا نام تغلیباً دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہودیت کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور یہود سے بکثرت روایات نقل ہوکر مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ اس کی وجہ یہودیوں کی کثرت تھی نیز وہ قوت واقتدار کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ مزید برآں آغاز اسلام سے لے کر وہ اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ گھلے ملے رہے جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ یہود ونصاری ایک علیحدہ اور جداگانہ دینی ثقافت کے علم بردار تھے اور یہ دونوں تہذیبیں بڑی حد تک تفسیر قرآن پر اثر انداز ہوئیں۔ بڑے بڑے مفسرین بھی اس کا اثر لئے بغیر نہ رہ سکے۔ بعض نے تو اپنی کتب تفسیر میں ایسی ایسی اسرائیلیات تک ذکر کردیں جن سے انبیاء کرام علیہم السلام کا دامن عصمت داغ داغ ہوجاتا ہے۔ خطیب شربینیؒ بھی انہی مفسرین کے زمرے میں شامل ہیں جو اسرائیلیات کے ریلے میں بہہ گئے ہیں۔ معلوم نہیں اتنے محتاط مفسرین اسرائیلیات کے بارے میں تسامح کا شکار کیوں ہوگئے؟ ایسا نہیں کہ انہیں ان کے اسرائیلیات ہونے کا علم نہیں تھا، اتنے جلیل القدر علماء کے متعلق یہ گمان کیوں کر درست ہوسکتا ہے کہ ان پر یہ امر مخفی تھا۔ بہرحال خطیب شربینیؒ بھی تفسیر کا اگر کوئی بالاستعیاب مطالعہ کرے تو اس کو یہ بات تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ دیگر تفسیری پہلوؤں کے بجائے اس میں اسرائیلیات کا پہلو غالب ہے۔ بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

مثلاً سورۃ النمل کی آیت کریمہ: ﴿وورث سليمان داؤد وقال يا أيهاالناس علمنا منطق الطير ...... ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں بروایت کعب ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے، جس میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب ایک ...... نے آواز لگائی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، تو آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے: "لدوا للموت وابنوا للخراب"، "بچے جنو موت کے لئے اور تعمیرات کرو برباد ہونے کے لئے"۔ اس دوران ایک فاختہ بولی، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا: تمہیں معلوم ہے اس نے کیا کہا؟ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے: "ليت ذالخلق لم يخلقوا"، "کاش یہ مخلوق نہ پیدا کی جاتی"، پاس ہی مور چیخا، تو آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا: تم جانتے ہو اس نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کہتا ہے: "كماتَدِينُ تُدانُ"، "جیسا کروگے ویسا بھروگے"۔ اسی طرح انہوں نے کئی پرندوں کی بولیاں اور ان کا مفہوم ذکر کیا...... پھر اسی قسم کی ایک روایت مکحول اور فرقد سنجی کے حوالہ سے بھی ذکر کی۔ بعد ازاں انہوں نے ذکر کیا کہ یہود کی ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پرندوں کی بولیوں کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔ (السراج المنير: ٥/ ٢١٠) باوجود یہ کہ یہ قصہ انتہائی عجیب اور نرالا ہے، مگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطیب شربینیؒ اس کو ذکر کر کے چپ چاپ آگے گذر گئے اور اس پر ایک حرف کا تبصرہ بھی نہیں کیا۔

اسی طرح سورۃ النمل ہی کی آیت کریمہ: ﴿وإني مرسلة إليهم بهدية فناظرة بم يرجع المرسلون﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے وہب بن منبہ وغیرہ کے حوالے سے بلقیس کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بھیجے گئے ہدیہ کی نوعیت اور ان کو آزمانے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب سے بلقیس کی آزمائش کے جواب اور اپنی بادشاہت، سلطنت کے اظہار سے متعلق ایک عجیب وغریب قصہ بیان کیا ہے جسے پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس قصہ پر انہوں نے کوئی رد بھی نہیں کیا۔ (السراج المنیر: ۵/۳۲۰)

عام طور پر خطیب شربینیؒ اسرائیلی قصص وروایات پر بغیر نقد وتبصرہ کیے آگے چل دیتے ہیں، مگر قصہ اگر مقام نبوت کے منافی اور عصمت انبیاء کرام کے دامن کو داغ دار کرنے والا ہو تو اس پر نقد کرتے ہوئے اس کی عدم صحت کو ضرور واضح کرتے ہیں۔

مثلاً سورۃ صٓ کی آیات کریمہ: ﴿وهل أتاك نبأ الخصم إذ تسوّروا المحراب......﴾ کی تفسیر کے ذیل میں خطیب شربینیؒ نے امام رازیؒ کی ''تفسیر کبیر'' سے وہ عبارت ذکر کی ہے جو امام رازیؒ نے اس واقعہ سے متعلق روایت باطلہ کی تردید کے سلسلہ میں تحریر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ قصہ مقام نبوت کے منافی ہے اور صحیح بات یہ ہے۔ (السراج المنیر: ۵/۷۰۱)

انتقادات: قرآن کریم کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں، جو نقص سے خالص وپاک ہو، اور اس پر نقد نہ کیا گیا ہو۔ صحیح بخاری جسے ''أصح الكتب بعد كتاب الله'' ہونے کا اعزاز شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے جس کے بارے میں امام ابو علی نیشاپوریؒ نے فرمایا: ماتحت أديم السماء أصح من كتاب مسلم'' (نزهة النظر: ص ٤٨)، بلکہ بعض مغاربہ نے تو اس کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ (نزهة النظر: ص ٤٨) غرض دونوں کتابوں کو امت مسلمہ میں جو تلقی بالقبول حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو نہیں، مگر اس کے باوجود دونوں کتابوں پر بعض محدثین نے نقد بھی کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، جس کے رجال کی تعداد چار سو پینتیس (435) ہے، کے اسی (80) راویوں پر بعض محدثین نے جرح کرتے ہوئے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم، جس کے رجال کی تعداد چھ سو بیس (620) ہے، کے ایک سو ساٹھ (160) راوی متکلم فیہ ہیں۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جن احادیث پر نقد کیا گیا ہے، ان کی مجموعی تعداد دو سو دس (210) ہے۔ چنانچہ جو منتقد احادیث دونوں میں مشترک ہیں، ان کی تعداد بتیس (32) ہے۔ صرف صحیح بخاری کے ساتھ جو منتقد احادیث مختص ہیں ان کی تعداد اٹھتر (78) اور صحیح مسلم کے ساتھ جو مختص ہیں ان کی تعداد سو (100) ہے۔ (شرح شرح نخبة الفكر: ص ۲۸۹)

غرض کتاب اللہ کے علاوہ کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے، جس میں قابل نقد امور نہ ہوں۔ خطیب شربینی کی تفسیر باوجود اس کے کہ وہ کئی محاسن وخوبیوں کی جامع ہے، میں بھی چند قابل انتقاد امور ہیں، یہاں ان کا استقصاء کرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصود نہیں ہے، اور نہ ہی یہ اس مختصر سے مقالہ میں ممکن ہے، بعض مقامات کے مطالعہ سے جو چند قابل نقد امور سامنے آئے ہیں ان کو ذیل میں بیان کر لیا جاتا ہے:

☆ سورۃ التوبہ کی آیات کریمہ: ﴿ومنهم من عٰهد الله لئن اٰتٰنا من فضله...... أخلفوا الله ما وعدوه بما كانوا يكذبون﴾ جن میں منافقین کی بعض صفات کا ذکر ہے۔ ان کا شان نزول ایک جلیل القدر بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ اس قصہ کی تین سندیں ہیں، اور ان تینوں پر ہم گذشتہ شماروں میں تفصیلی کلام کر چکے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ تینوں سندیں ناقابل اعتبار ہیں۔ گویا سند کے اعتبار سے یہ قصہ بالکل ساقط الاعتبار ہے۔

اس قصہ کے فساد و بطلان کی اس کے علاوہ بھی کئی دلیلیں ہیں: (۱) مذکورہ آیات اس قصہ کے ساتھ بالکل میل نہیں کھاتیں، اس طور پر کہ درج ذیل آیات کے سیاق میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے والا شخص قطعی ویقینی طور پر منافق تھا: ﴿يا أيها النبيّ جاهد الكفار والمنافقين و اغلظ عليهم ومأوٰهم جهنم وبئس المصير...... وما لهم في الأرض من وليّ ولا نصير ومنهم من عهد الله لئن اٰتٰنا من فضله......﴾ یعنی ''اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سخت ہو جاؤ ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے، جو نہایت بدترین جگہ ہے۔ یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کام کا قصد بھی کیا۔ جو پورا نہ کر سکے۔ یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ نے اپنے فضل اور اس کے رسول ﷺ نے دولت مند کر دیا اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر منہ موڑے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہوگا ان میں وہ بھی ہے جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا: کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ و خیرات کریں گے۔ اور آپ کی طرح نیکوکاروں میں ہو جائیں گے''...... جب کہ اس قصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ باجماعت پانچوں نمازوں کے پابند تھے۔ یہاں تک کہ قصہ گو لوگوں نے ان کو ''حمامة المسجد'' کا لقب دیا اور نماز پنجگانہ کی پابندی مومنین کی صفات میں سے ہے، نہ کہ منافقین کی صفات میں سے۔ پس جب ایسا ہے تو ان آیات کا شان نزول حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ امام قرطبیؒ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ آیات کریمہ میں مذکور کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے والا شخص شروع سے ہی منافق تھا۔ (تفسير القرطبي: ۸/۲۱۲)

(۲) یہ آیات کریمہ واضح طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس منافق شخص کے دل پر مہر لگا دی تھی اور اس سے توبہ کی توفیق چھین لی تھی یہاں تک کہ اس کو انجام بد نے آلیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس منافق شخص کے دل میں توبہ کا خیال سرے نہیں آیا ہوگا۔ جب کہ قصہ سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے اس طور پر کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بار بار توبہ کی اور زکوۃ کی عدم ادائیگی پر نادم و پشیمان ہوئے۔ اور یہ مومنین کی صفات میں سے ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) یہ قصہ خود تناقض کا شکار ہے۔اس طور پر کہ قصہ میں مذکور ہے کہ حضرت ثعلبہؓ سے زکوۃ کی وصولی سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا: ''ما فعل ثعلبه؟'' ثعلبہ کا کیا ہوا؟ تو صحابہ کرامؓ نے ان کے بارے میں آپ ﷺ کو خبر دی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ثعلبہؓ کے حال سے ناواقف تھے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے دو صحابہؓ کو صدقات کی وصولی کے لئے ان کے پاس اور حضرت سلمیؓ کے پاس بھیجا۔حضرت سلمیؓ نے تو زکوۃ دے دی، مگر حضرت ثعلبہ نے اسے جزیہ قرار دیتے ہوئے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔ جب یہ دو صحابہؓ حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو ان کے بتانے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا ویح ثعلبة'' ''ہائے ثعلبہ کے لئے ہلاکت ہو''۔......اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ان کے انکار سے واقف تھے۔یہ عجیب تناقض ہے کہ پہلی حالت (یعنی حضرت ثعلبہ کی بکریوں کا زیادہ ہو جانا اور جمعہ و جماعت سے ان کا غائب رہنا) جو ہر چھوٹے بڑے کو معلوم تھی وہ آنحضرت ﷺ پر مخفی رہی اور دوسری حالت جو کہ پوشیدہ تھی اور جس کا تعلق غیب سے تھا، وہ آپ ﷺ کو ان صحابہ کرامؓ کے بتانے سے پہلے ہی معلوم ہوئی۔یہ تو علم غیب ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے نفی فرمائی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير﴾

(۳) یہ قصہ قرآن کریم اور احادیث صحیح کے بھی مخالف ہے۔کیونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص صدق دل سے حالت نزع سے پہلے پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔جب کہ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثعلبہؓ نے حضور اکرم ﷺ، حضرات شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کئی مرتبہ توبہ نصوح کی مگر انہوں نے ان کی توبہ کو مسترد کر دیا۔

(۴) یہ قصہ اونٹوں اور چوپایوں کی زکوۃ نہ دینے والے شخص سے متعلق وارد صحیح احادیث کے بھی مخالف ہے چنانچہ ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص اونٹوں اور چوپایوں کی زکوۃ نہ دے اس سے زبردستی زکوۃ لی جائے گی، جب کہ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثعلبہؓ نے جب زکوۃ کو جزیہ قرار دیتے ہوئے ادائیگی سے انکار کیا۔تو آپ ﷺ نے اور اسی طرح خلفاء ثلثہ نے نہ صرف یہ کہ انہیں کچھ نہیں کہا بلکہ جب وہ بار بار زکوۃ دینے آتے تو یہ حضرات اسے لینے سے انکار کر دیتے۔ایسی صورت میں یہ قصہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے، حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ نے تو مانعین زکوۃ کے خلاف اپنی تلواریں نیام سے نکال لی تھیں۔

(۵) حضرت ثعلبہؓ ان آیات کا مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں، حالانکہ ان کا تعلق تو صحابہ کرامؓ کی اس خوش قسمت جماعت سے تھا، جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''ثعلبة بن حاطب......ذكره موسى بن عقبة وابن اسحاق في البدريين، وكذا ذكره ابن الكلبي''.(الإصابة :۱/۶۹۸)۔علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں: ''شهد بدرا وأحدا'' (الاستیاب:۱/۲۰۰)۔امام ابن اثیرؒ فرماتے ہیں: ''شهد بدرا، قاله محمد بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إسحاق وموسى بن عقبة". (أسد الغابة: ۲۸٤۱) غرض حضرت ثعلبہؓ بدری صحابی تھے۔ اور بدری صحابہؓ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إني لأرجو أن لايدخل النار أحد إن شاء الله ممن شهد بدرا والحديبية" یعنی "مجھے ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کرنے والا کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا"۔ پس جب ایسا ہے تو ان آیات کریمہ کا شان نزول حضرت ثعلبہؓ کو کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے۔

غرض مذکورہ بالا ٹھوس شواہد و دلائل سے معلوم ہوا کہ یہ قصہ جہاں سنداً ساقط الاعتبار ہے وہیں متناً بھی فاسد و باطل ہے۔ علاوہ ازیں اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے بھی اس قصہ کی تضعیف کی ہے۔ چنانچہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: "على أنه قد روينا أثرا لايصح، وأنها نزلت في ثعلبة بن حاطب: وهذا باطل؛ لأن ثعلبة بدري معروف". (المحلّى: ۱۱/ ۲۰۷، ۲۰۸) علامہ مناویؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالہ سے ذکر کیا: "في إسناد هذا الحديث نظر، وهو مشهور بين أهل التفسير". (فيض القدير: ٤/ ٥٢٧) امام ابن اثیر جزریؒ نے بھی اس قصہ کے متعلق اس کے صحیح نہ ہونے کو راجح قرار دیا ہے (أسد الغابة: ۱/ ۲۸٥) امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "ثعلبة بدري أنصاري، وممن شهد الله له ورسوله بالإيمان...... ماروي عنه غير صحيح، قال أبو عمر: لعل قول من قال في ثعلبة أنه مانع الزكوة الذي نزلت فيه الأية غير صحيح". (تفسير القرطبي: ۸/ ۲۱۰) حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ثعلبة بن حاطب بن عمرو الأنصاري الأوسي بدري، قال: يارسول الله: ادع الله أن يرزقني مالاً، فذكر حديث طويلاً منكرًا بمرة". (تجريد أسماء الصحابة: ۱/ ٦٦) حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں: "إسناده ضعيف". (المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج مافي الإحياء من الأخبار: ۳/ ۳۳۸) حافظ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: "رواه الطبراني. وفيه علي بن يزيد الألهاني، وهو متروك. والمتروك لايحتج به". (مجمع الزوائد: ۷/ ۳۲) حافظ ابن حجرؒ نے یہ قصہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "وفي كون صاحب هذه القصّة إن صح الخبر، ولا أظن أن يصح، وهو البدري المذكور قبله، نظر". (الإصابة: ۱/ ۱۹۸) نیز انہوں نے فتح الباری میں فرمایا: "لكنه حديث ضعيف لايحتج به". (۳/ ۲۲٦)، اسی طرح "تخريج أحاديث الكشاف" میں فرمایا: "وهذا إسناد ضعيف جدًا". (٤/ ۷۷)

☆ خطیب شربینیؒ کی تفسیر میں ایک قابل انتقادبات یہ ہے کہ ان کی کتاب میں دیگر تفسیری جوانب کے مقابلہ میں اسرائیلیات کا پہلو بہت غالب ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اسرائیلیات میں سے کوئی بھی ایسا اسرائیلی قصہ نہیں ہے، جس پر قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ کا فہم موقوف ہو، تو ان کو ذکر کرنا پھر سمجھ سے بالا ہے، یہ تو یہود و نصاریٰ کی ثقافت و تہذیب کو عام کرنا ہے اور وہ بھی تفاسیر کے ذریعہ۔ اگرچہ ان کی ذکر کردہ اسرائیلی روایات عصمت انبیاء علیہ السلام میں مخل نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی ان کا ذکر کرنا عبث و بلا جدوی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

☆ ایک اور قابل انتقاد بات اس میں یہ ہے کہ اس تفسیر میں بعض آیات کریمہ کی تفسیر ضعیف احادیث یا مرجوح اقوال یا اسرائیلی روایات سے کی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ الرعد کی آیت کریمہ: ﴿ویسبح الرعد بحمده ......﴾ یعنی ''الرعد'' ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر مامور ہے اور بادلوں کو ہانکتا ہے اور وہ آواز جو اس سے سنائی دیتی ہے۔ وہ تسبیح ہے''۔ (السراج المنير: ۳/ ۲۲۰)، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی: أقبلت يهود على النبي ﷺ ، فقالوا: أخبرنا عن الرعد، ماهو؟ فقال: ملك من الملائكة موكل بالسحاب معه مخاريق من نار يسوق بها السحاب'' یعنی ''یہودی حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا ہمیں رعد کے بارے میں بتائیے، یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے، جس کے ذمہ بادلوں کی ڈیوٹی ہے، اس کے پاس آگ کا ایک بڑا کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے''۔ (الحديث أخرجه الترمذي في تفسير القرآن: باب: ومن سورة الرعد ،رقم الحديث: ۵۱۲۱، وذكره السيوطي في الجامع الصغير، رقم الحديث: ۴۵۲۷)...... ڈاکٹر محمد بن محمد ابوشہبہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ حدیث اس شرط پر کہ صحیح ہو، تمثیل پر محمول ہو سکتی ہے۔ مگر یہ تاویل دل کو نہیں بھاتی، حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ پھر آیت کریمہ میں ''الملئكة'' کا ''الرعد'' پر عطف بھی اس بات کا موجب ہے کہ رعد، فرشتہ نہ ہو''۔ (الإسرائيليات و الموضوعات في كتب التفسير: ۲۹۵۔۳۰۲)

کتاب کا مطبوعہ نسخہ: ہمارے پیش نظر اس وقت اس کتاب کا جو مطبوعہ نسخہ ہے، اسے بیروت سے ''دار إحياء التراث العربي '' نے شیخ احمد عزو عنایت کی تحقیقات کے ساتھ چھاپا ہے یہ نسخہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تحقیق میں شیخ احمد عزو نے جو کام کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

(۱)...... کتاب کے شروع میں تیرہ صفحات پر مشتمل ایک مختصر سا مقدمہ ہے۔ جس میں مصنف کا نام ونسب، تصانیف اور تاریخ وفات کے ذکر کے علاوہ تفسیر وتاویل کی تعریفیں اور ان دونوں کے درمیان فرق، اسرائیلیات کے اقسام، اہم کتب تفسیر بالمأثور و تفسیر بالرأی اور ان کے مصنفین کے نام، تفسیر اشاری اور اس حوالہ سے اہم کتب تفسیر کے نام مع اسماء مصنفین اور علم تفسیر کے تطور وارتقاء پر قلم اٹھایا گیا ہے۔

(۲)...... آیات کریمہ کے ضبط وشکل کے علاوہ کتاب میں علامات ترمیم لگائی گئی ہیں۔

(۳)...... استشہاد میں ذکر کی گئی آیات کریمہ کی تخریج کی گئی ہے۔

(۴)...... احادیث نبویہ کی تخریج کی گئی ہے۔ جہاں محقق کو حدیث نہیں ملی وہاں اس کا اظہار بھی کر دیا گیا ہے۔

(۵)...... اشعار کی تخریج، شاعر کا نام، بحور کی تعیین وغیرہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

البتہ اگر تفسیر میں مذکور احادیث کا حکم بیان کر دیا جاتا ہے جو کہ ایک انتہائی اہم کام ہے، بلکہ اصل تحقیقی کام ہی یہی ہے تو یہ بہت بڑی خدمت ہوتی۔

☆......☆

© rasailojaraid.com